بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محدث
دہلی

جلد ۳	ماہ اکتوبر ۱۹۳۵ء مطابق رجب المرجب ۱۳۵۴ھ	نمبر ۶

مناسبات

(از نذیر احمد املوی رحمانی)

ابھی کل کی بات ہے کہ مولانا عبد الحلیم صاحب ناظم "محدث کے انہی صفحات میں حجۃ الخلف - قدوۃ السلف عمدۃ العلماء - راس الفقہاء حضرت العلامہ مولانا عبد الرحمن صاحب محدث مبارکپوری کے حادثۂ ارتحال، اور اس الم انگیز تہلکۂ علمیہ کا ماتم کر رہے تھے لیکن کیا معلوم تھا کہ قدرت انھیں مخاطب کر کے یہ کہہ رہی ہے ؎

تَبْکِي عَلٰی مَنْ مَضٰی وَاَنْتَ غَدًا   یُوْرِدُکَ الْمَوْتُ فِی الَّذِیْ وَرَدُوْا

جانے والوں پر رو رہے ہو حالانکہ موت تمہیں بھی کل وہیں پہنچا دے گی جہاں وہ لوگ گئے

آہ! انہیں کیا علم تھا کہ گلستانِ "رحمانیہ" کا یہ غنچہ ابھی کھلنے بھی نہ پائے گا کہ قدرت کی نیرنگیاں اسے مرجھا دینگی کون جانتا تھا کہ وہ بلبل جس کی نغمہ زاریاں کل تک سننے والوں کو وجد میں لاتی تھیں اتنی جلد مجلس سے بیزار ہو کر شہر خموشاں کو اپنا رفیق بنا لیگا۔ اللہ اللہ۔ میں آج اپنے قلم سے اُسے کیونکر مرحوم لکھوں جس کے حیات پرور مضامین۔ طرب انگیز اشعار نے قوم مسلم میں بیداری اور روح پیدا کی ہو۔ اس ہونہار نوجوان نے اپنی اس چوبیس سالہ زندگی میں علمی وملکی خدمات کا وہ نمونہ پیش کیا ہے جو آجکل کے نوجوانوں کیلئے باعث عبرت ہے، ایک طرف اگر اُسے درس نظامیہ کی تکمیل کی سند مدرسہ رحمانیہ دہلی سے حاصل تھی تو دوسری طرف اس نے "رحمانیہ" ہی کی طالب علمانہ زندگی میں آلہ باد یونیورسٹی سے "مولوی عالم" اور "مولوی فاضل" کی ڈگریاں بھی لی تھیں۔ ایک طرف اگر اس نے "شان قرآن" لکھکر دین کی بہت بڑی خدمت انجام دی تھی تو دوسری طرف "فطرتی جوڑہ"

جیسا کامیاب ناول لکھکر ادب وانشاء کے ساتھ بھی بہت بڑا سلوک کیا ہے۔ اس کی انشاپردازی اور قادر الکلامی کی شہادت اگر "محدث" کے صفحات دیتے ہیں تو ملک کے دیگر اخبارات ورسائل میں شائع شدہ مضامین بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

شاعریت کا فطری مذاق تھا۔ تاریخ سے خاص دلچسپی تھی علمی لیاقت اور روشن دماغی کے ساتھ ساتھ طبیعت میں ظرافت اور خوش مزاجی بھی تھی۔ تواضع وانکسار خوش خلقی وخوش مزاجی کا مجسمہ تھے۔ دل میں قوم کا درد تھا، اکثر مسلمانوں کی ذلت وپستی کا ذکر فرما کر غمزدہ ہوجاتے خصوصاً نوجوانوں کے تنفر مذہب۔ الحاد ومغرب پسندی سے بیزار تھے، مرحوم کے والد ابھی زندہ ہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس ضعیف باپ کے زخم کی گہرائیوں کا کیا حال ہوگا اور ایسے لائق فرزند سے اپنی امیدوں بھری گود کو خالی دیکھکر ان کے دل کی کیا کیفیت ہو گی۔ مرحوم کے روحانی مربی شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم مدرسہ رحمانیہ دہلی کے دل پر بھی ان کی جدائی کا خاص اثر ہے۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ اپنے ہاتھوں لگایا ہوا پودا جب اس قابل ہوا کہ اس کے سایے میں بیٹھکر ٹھنڈک حاصل کی جاتی۔ اس کے شیریں پھلوں کی حلاوت سے لوگ شاد کام ہوتے تو یکایک یہ تمام آرزوئیں اس جوہر تابناک کے ساتھ ۲۲ر اگست ۱۹۳۵ء کو پیغمبر پور ضلع دربھنگہ کی زمین میں ہمیشہ کے لئے دفن ہوگئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ع ما درچہ خیالیم وفلک درچہ خیالی؟ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو خاص مراتب عطا فرمائے۔ ان کی قبر کو نور سے بھردے۔ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ ع ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

مرحوم ہی کی ہمت اور قابلیت تھی کہ وہ "محدث" کی اڈیٹری کے فرائض نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے رہے تھے۔ لیکن اب یہ بارگراں مجھ جیسے ناقابل۔ نوآموز۔ کم تجربہ کے کمزور کندھوں پر رکھا گیا ہے جو یقیناً میری بساط سے باہر ہے۔ گو میرے ساتھ میرے محترم دوست مولنا عبید اللہ صاحب مبارکپوری جیسی قابل شخصیت بھی ہے مگر تاہم پھر بھی ہم دونوں کیلئے اس دشوار گزار گھاٹی سے گزرنا سخت مشکل ہے۔ لیکن محدث کے اہل قلم ناظرین کی قلمی معاونت کی امید نے ہماری ہمت افزائی کی اور ہم نے اپنی بے بضاعتی ناتجربہ کاری اور دوسری بہت سی مصروفیتوں کے باوجود اس اہم ذمہ داری کو اپنے سر لے لیا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے قلم اور دماغ سے وہی کام لے جو اس کی مخلوق کی ہدایت کا باعث اور اس کی رضامندی کا موجب ہوں اور ہمیں خلوص ونیک نیتی کے ساتھ خدمت خلق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین +

دارالحدیث رحمانیہ کے مغربی وجنوبی حصہ میں مطبخ کے اندر ایک بہت بڑا کنواں ہے جو عرصے سے بند تھا اب مہتمم صاحب مدظلہ العالی نے طلبہ کی آسائش کے خیال سے اس کو کھلوا کر اوپر ایک بہت بڑی ٹنکی بنوا دی ہے